المعتمد المستند

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

حاشیہ **المعتقد المنتقد**

سیف اللہ المسلول حضرت علامہ

مصنف: شاہ فضلِ رسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ

مترجم

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ

مفتی محمد اختر رضا خاں قادری دامت برکاتہم العالیہ

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المعتقد المنتقد

سیف اللہ المسلول حضرت علامہ شاہ فضل رسول قادری عثمانی بدایونی قدس سرہ

المعتمد المستند

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ

مترجم

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خاں قادری برکاتی ازہری بریلوی مد ظلہ العالی

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ اشاعت نمبر 11

نام کتاب: المعتقد المنتقد

مصنف: علامہ شاہ فضل رسول قادری بدایونی علیہ الرحمہ

حاشیہ: المعتمد المستند

محشی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

مترجم: تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں الازہری مدظلہ

تصحیح: مولانا مفتی محمد قاضی شہید عالم مدرس جامعہ نوریہ بریلی

ضخامت: 352

طبع اول: 1428ھ/2007ء

(المجمع الرضوی، بریلی، یوپی)

طبع دوم: 1428ھ/2007ء

تعداد: 1100

ناشر

مکتبہ برکات المدینہ

جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

فون: 021-4219324

ای میل: barkatulmadina@yahoo.com

اور ابن ابی سلیمان نے ایک ایسے شخص کے بارے میں فرمایا جس سے یہ کہا گیا: نہیں رسول خدا کے حق کی قسم" تو وہ یوں بولا: اللہ نے رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کیا اور (رسول کے حق میں) بری بات کہی تو اس سے کہا گیا: اے دشمن خدا رسول خدا کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس نے پہلے کلمہ سے سخت تر کلمہ بولا پھر کہا میں نے رسول اللہ سے بچھو مراد لیا ہے یعنی اس لئے کہ وہ حق کی طرف سے بھیجا گیا اور خلق پر مسلط ہوا ہے رسالت عرفیہ کو لغوی معنی کی طرف پھیرتے ہوئے اور یہ تاویل قواعد شرعیہ میں نامقبول ہے یوں ہی ملا علی قاری نے فرمایا تو ابن ابی سلیما ن نے اس سائل سے کہا جس نے اس قائل کا حکم پوچھا تھا اس کے قول پر گواہ لا، اور میں تیرا شریک ہوں مطلب یہ ہے کہ اس کے قتل میں، اور اس قتل کے ثواب میں تیرا حصہ دار ہوں، قاضی نے فرمایا: (کہ حبیب ابن ربیع نے فرمایا: [۲۳۷] (اس لئے کہ اس قائل کا دعوائے تاویل) لفظ صریح میں یعنی ایسے لفظ میں جو (کفری معنی دینے میں خالص و متعین ہے اس میں کوئی اشتباہ نہیں اور کوئی قرینہ

[۲۳۷] اور فتاوئی خلاصہ اور فصول عمادیہ اور جامع الفصولین اور فتاوئی ہندیہ وغیرہا میں ہے اور یہ لفظ عمادی کے ہیں کسی نے عربی میں کہا" انا رسول اللّٰہ "یعنی میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہا" من پیغمرم" یعنی میں پیغمبر ہوں اور اس سے مراد یہ لیتا ہے کہ میں پیغام لاتا ہوں ایسا شخص کافر ہے۔

یہاں سے اس بات کا کفر ہونا ظاہر ہو گیا جو اپنے منہ مرزا قادیانی نے کہی جوان جھوٹے دجالوں میں سے ایک ہے جن کے ظاہر ہونے کی خبر نبی ﷺ نے دی، اور یہ شخص اس زمانہ میں پنجاب میں واقع قادیان میں نکلا اور اس نے یہ دعوئی کیا کہ اس کی طرف کلام الٰہی کی وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس کوئی وحی نہ آئی، اور اس نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات ہو چکی اور کشمیر میں دفن ہوئے اور یہ کہ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں جن کو اللہ نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، اور میں رسول خدا عیسیٰ سے افضل ہوں، اور یہ کہ میں اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے میرا نام نبی بھی رکھا، اور یہ کہ میں بعض اگلے انبیاء سے افضل ہوں، ان کے علاوہ اس سے اور صریح علانیہ کفر

اس کے منافی نہیں) لہٰذا یہ بات محض ایک دعویٰ ہے جو علامت سے یعنی دلیل سے خالی ہے تاویل کا دعویٰ نامقبول ہے اس لئے کہ یہ رسول کی توہین ہے اور ایسا شخص نہ رسول کی تعظیم بجالاتا ہے اور نہ ان کی توقیر کرتا ہے) اس لئے کہ ان کے وصف خاص کو بول کر مستحق اہانت جانور مراد لیا (تو واجب ہوا کہ اس کا خون مباح ٹھہرے)۔

اور ابوعبداللہ ابن عتاب نے عشر کے محصل کے بارے میں جس نے کسی شخص سے کہا ٹیکس ادا کر اور نبی ﷺ سے شکایت کر اور کہا[۲۳۸] اگر میں مانگوں یا انجان ہو جاؤں تو بیشک نبی ﷺ نے مانگا اور انجان ہوئے اس کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

اور علمائے اندلس نے ابن حاتم متفقہ طلیطلی کے قتل کا حکم دیا جب اس کے خلاف اس پر گواہی گزری کہ اس نے نبی ﷺ کے حق کو ہلکا جانا اور دوران مناظرہ ان کو یتیم، حیدرہ کا خسر کہا اور یہ کہا کہ حضور ﷺ کا زہد اختیاری نہ تھا اگر اچھی چیزوں پر قدرت رکھتے تو ضرور انہیں کھاتے اور ایسی دیگر باتیں۔

اور قاضی ابوعبداللہ مرابط نے فرمایا: جو یوں کہے کہ نبی ﷺ شکست خوردہ ہوئے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائیگا اور اگر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول ہوگی ورنہ

اس کے ساتھ منضم ہیں جو اس کے چھپے ہوئے رسالہ میں اسی سے منقول ہیں اور میں نے ان شدید ملعون کلمات کے کفر ہونے پر اپنے فتاویٰ کے کتاب السیر میں براہین الٰہیہ قائم کئے تو ان کا مطالعہ کیا جائے اور ایسے دجالوں سے بچا جائے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (اور گناہ سے پھرنے اور نیکی کی طاقت عظمت والے خدا کی ہی مدد سے ہے)۱۲۔

[۲۳۸] یعنی عشر کے محصل نے اور اس کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر میں مانگوں یعنی مال طلب کروں یا بعض حال سے جاہل ہوں۔ اھ (ملا علی قاری) ۱۲ امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے درمیان کا معاملہ تو بالاتفاق اس کی توبہ قبول ہوگی۔

قاضی عیاض نے فرمایا: اور یونہی جو حضور کی تنقیص کرے یا حضور کو بکری چرانے کے سبب، یا سہو ونسیان کے سبب یا جادو کے سبب یا اس زخم کی وجہ سے جو ان کو لگا یا ان کی کسی فوج کی ہزیمت یا دشمن کی جانب سے ایذا رسانی کی وجہ سے یا اپنے زمانہ کی کسی شدت کی وجہ سے یا اپنی عورتوں کی طرف میلان کی وجہ سے انہیں معیوب جانے تو ان سب صورتوں میں جو حضور کی تنقیص کا قصد کرے اس کے لئے حکم قتل ہے۔

یہ جو مذکور ہوا یعنی حضور کو قصداً دشنام دینے والا اور توہین کرنے والا اور کسی وجہ سے ان کی تنقیص کرنے والا خواہ وہ وجہ ممکن ہو یا محال ہو قتل کیا جائے گا یہ وجہ اول ہے جو ظاہر ہے اس میں کوئی اشکال نہیں۔

اور وجہ ثانی ظہور وضاحت میں پہلی سے ملحق ہے اور وہ یہ کہ قائل نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے جو کہا اس سے دشنام دینے اور تنقیص کا قصد نہ رکھتا ہو، اور نہ اس کا معتقد ہو، لیکن اس نے حضور ﷺ کی جناب میں کفری بول بولا ہو، یعنی ان کی شان میں لعنت اور دشنام کا کلمہ بولے، یا حضور کی تکذیب کرے یا اس میں حضور کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو حضور کے لئے محال ہے، یا اس چیز کی نفی کرے جو حضور کے لئے واجب ہے، یعنی ایسی بات کہے جو حضور کے حق میں تنقیص ہے مثلاً حضور کی طرف ارتکاب کبیرہ کی نسبت کرے یا اللہ کا پیغام پہچانے میں یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداہنت کی نسبت کرے، یا ان کے مرتبے کو گھٹائے، یا ان کی نسبت شریف کو کم بتائے، یا ان کے علم وافر میں یا ان کی پارسائی میں کمی بتائے، یعنی جو حضور سے بشہرت ثابت ہے ایسے امور کو جن کی حضور نے خبر دی اور ان کی خبر متواتر ہوئی، قصداً ان کی خبر کو رد کرنے کے لئے

[۲۴۳] جھٹلائے یا گھٹیا بات اور برا کلام اور (دشنام کی قسم سے کوئی بات) حضور کی شان میں بولے اگر چہ اس کے حال کی دلالت سے یہ ظاہر ہو کہ اس نے حضور کی مذمت کا ارادہ نہ کیا اور نہ دشنام دینے کا قصد کیا، یا تو جہالت کی وجہ سے جس نے اس کو اس بات پر اکسایا جو اس نے کہی، یا تنگدلی [۲۴۴] کی وجہ سے، یا کسی خلاف شرع کی وجہ سے [۲۴۵]، یا نگہداشت اور زبان پر قابو میں کمی کی وجہ سے، یا اپنے کلام میں بے باکی [۲۴۶] کی وجہ سے وہ بول گیا تو اس وجہ کا حکم وہی ہے جو

---

[۲۴۳] اقول: "کرد خبرہ" میں (حضور کی طرف خبر کی) اضافت کا معنی ملحوظ نہیں ہے ورنہ قائل ان لوگوں میں سے ہوگا جنہوں نے حضور کی تنقیص دانستہ کی، اب یہ وجہ اول سے ہوگا اور نیز اس وقت تواتر کی قید ضائع ہوگی، اس لئے کہ جو صحیح حدیث احاد کو رد کرے بلکہ ضعیف بلکہ ساقط بلکہ موضوع کو رد کرے اس گمان پر کہ وہ حضور ﷺ کا کلام ہے تو وہ اپنے اس قصدی رد سے حضور ﷺ کی خبر کو رد کر رہا ہے اب وہ یقیناً اپنے اس برے قصد سے کافر ہے تو مدار کفر اس پر ہے، اگر چہ وہ خبر حضور ﷺ کی خبر نہ ہو تو معنی یہ ہے کہ قائل اس خبر کو رد کرنے کا قصد کرے جو حضور ﷺ سے متواتر ہے۔ اور حاصل کلام یہ کہ خبر متواتر کو دانستہ جھٹلائے ۱۲۔

[۲۴۴] یعنی "ضجر" کا معنی تنگ دلی ہے۔ ۱۲

[۲۴۵] یونہی (منکر) ملا علی قاری کے نسخہ میں ثابت ہوا جس پر انہوں نے شرح کی، اس لئے کہ انہوں نے اس کی تفسیر میں محرم (حرام) یا غیر حرام فرمایا ظاہر تر وہ ہے جو متن شفا اور شرح نسیم الریاض کے نسخوں میں ہے یعنی ان کے قول "او منکر" کی بجائے "او سکر" اب اسی کلمے سے اس لفظ کی تفسیر ہوتی ہے اور ملا علی قاری کا قول محرم اور غیر حرام ان نشلی چیزوں کے عموم کے لئے ٹھہرے گا جن کی حرمت میں دلیل قطعی نہیں جیسے بھنگ اور افیون اور مباح کو شامل ہونے کا اعتراض وارد نہیں ہوتا، اس لئے کہ اگر مباح چیز سے عقل ضائع ہو تو آدمی سے اس پر مواخذہ نہیں جو اس سے سرزد ہو۔ اس لئے کہ وہ منکر کے دائرے سے باہر ہے، اس کے باوجود یہ بات قلق سے خالی نہیں ۱۲۔ امام اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہ

وجہ اول کا ہے۔ قتل بے تردد، اس لئے کہ کفر بولنے میں کوئی جہالت کے سبب[۲۴۷] معذور نہیں ٹھہرتا۔ ....

....

[۲۴۶] یعنی مجرفہ کا معنی بے باکی ہے ۱۲

[۲۴۷] یعنی مذکورہ اعذار جیسے تنگدلی یا نشہ یا لاپرواہی یا سبقت لسانی کا دعویٰ جیسا کہ شفا میں ہے ان کے سبب معذور نہ قرار پائے گا اور ملا علی قاری نے سبقت لسانی کے دعویٰ میں صاحب شفا سے یہ کہکر اختلاف کیا کہ بھول چوک معرض بیان میں عذر ہے اھ۔

اقول آپ پر اللہ کی رحمت ہو، لغزش زبانی میں آپ نے صاحب شفا کی طرف سے لفظ دعویٰ کی زیادتی پر غور نہ کیا اس لئے کہ اللہ جس کے بارے میں یہ جانے کہ اس نے دل سے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ اے اللہ تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ، پھر فرط خوشی میں خطا کر بیٹھا اور بات الٹ دی تو اس پر اس کے رب کے نزدیک عتاب نہیں، رہے ہم تو اگر اس دعویٰ سے آدمی کو معذور جانیں تو شرعی احتیاط کا دروازہ بند ہو جائے گا اور خطاب شرع منقطع ہو جائے گا اور دنیا کے کتے علانیہ دشنام دینے پر جری ہو جائیں گے تو یہی وہ ہے جو "قاضی" نے مراد لیا اور راستی کو پہونچے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

پھر تمہیں معلوم ہو کہ عذر نشہ کے نامقبول ہونے پر اس حدیث سے اشکال آتا ہے جو بخاری و مسلم میں ہے یعنی سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شراب پینے کا قصہ اور سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی دو اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دینا اور حمزہ کا یہ کہنا کہ تم تو میرے باپ کے غلام ہو تو نبی ﷺ نے ان سے ان کی بات پر مواخذہ نہ فرمایا اور یہ فرما کر وہاں سے پھرے کہ حمزہ نشے میں ہے تو اس اشکال کا جواب امام قاضی عیاض نے یہ دیا کہ شراب اس وقت حرام نہ تھی یعنی بلکہ یہی قصہ شراب کے حرام ہونے کا سبب ہوا قاضی عیاض نے فرمایا لہٰذا شراب پینے سے جو باتیں سرزد ہوئیں ان میں کوئی گناہ نہ تھا اور اس کے نتیجے میں جو رونما ہوتا معاف تھا، جیسے نبیذ سے اور جس دوا میں نشے کا اندیشہ نہ ہو ایسی دوا کے پینے سے ہونے والی بات معاف ہے اھ۔ اور اس جواب پر یہ اعتراض ہوا کہ شراب اگرچہ اس

وقت حرام نہ تھی پھر بھی نشہ تو حرام تھا اور اس کا جواب یہ دیا گیا (کہ ابتدائے اسلام میں) حرمت نشہ کی روایت صحیح نہیں اگرچہ مشہور ہے، نسیم الریاض میں اس جواب کو نقل کیا اور اس میں غور کرنے کا حکم دیا۔

اقول کیوں نہیں، حرمت نشہ یقینی ہے ہمیشہ سے چلی آتی ہے بلکہ قبح نشہ، ہم ماتریدیہ کے نزدیک عقلی ہے اور خدائے حکیم کی شان نہیں کہ کبھی اس کو مباح فرمائے اس لئے کہ نشے کے مباح ہونے میں تمام ظاہر و پوشیدہ بے حیائیوں کی اباحت ہے اس لئے کہ برائی سے روکنے والی چیز باذن خداوندی عقل ہی ہے اب اگر کسی کی عقل زائل ہو گئی تو وہ جو چاہے کرے، کیا تم نے وہ کلمہ نہ سنا جو نبیوں کے زمانے میں چلا آرہا کہ "جب تو بے شرم ہو تو جو چاہے کر اب ایسے شخص سے کسی جان کا ناحق قتل بعید ہے، نہ کسی محرم عورت سے زنا کرنا، اور نہ بت کو سجدہ کرنا مستبعد ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی الٰہی شریعت ایسی چیز کی اباحت لائے اور اس سے اللہ کی پناہ، باوجودیکہ علماء نے صاف فرمایا کہ عقل و نسب اور اپنی جان و ایمان کی حفاظت تمام شریعتوں میں بالاجماع واجب ہے۔

بلکہ تحقیقی جواب وہ ہے جو میں کہتا ہوں: اس زمانے میں شراب بیشک حرام نہ تھی، ہاں نشہ حرام تھا اور شراب پینے والے غیر ارادی طور پر نشے میں پڑجاتے تھے یوں کہ تھوڑی جس سے نشہ نہ ہو پی لی پھر پی، پھر اور پی، اور ہر بار انہیں گمان یہ تھا کہ یہ نشہ نہ لائے گی، تو ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ بے ارادہ وہ مقدار نشے کی حد کو پہونچ گئی اس لئے کہ نشہ بھی بر خلاف توقع باطن میں پوشیدہ استعداد کی وجہ سے ناشی ہوتا ہے جس پر نفس کو اطلاع نہیں ہوتی تو ایسا نشہ بوجہ عدم قصدِ حرام معاف تھا پھر جب درخشندہ شریعت مطلقاً سد ذریعہ کا حکم لائی اصلاً شراب پینے والے کے لئے کوئی عذر نہ رہا، تو نشہ آور چیز کو قصداً پینے والا ان تمام باتوں کا قاصد ٹھہرا جو اس سے حالت نشہ میں صادر ہوتی ہیں اس لئے کہ اس نے سبب حرام کو عمداً اختیار کیا باوجودیکہ اس کے برے اثرات اسے معلوم تھے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں ابوالحسن قابسی نے اس شخص کے بارے میں جس نے نشے کی حالت میں نبی ﷺ کو دشنام دی یہ فتویٰ دیا کہ اس شخص کو قتل کیا جائے گا اس لئے کہ

ملا علی قاری نے فرمایا: (حکم مذکور) اس لئے ہے کہ اللہ کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کی معرفت جس کا تعلق اس کے انبیاء سے ہے فرض عین ہے۔ اجمالی طور پر مقام اجمال میں اور تفصیلی طور پر مقام تفصیل میں ہاں اگر کوئی جملہ اس کے الفاظ کو جان کر بولے اور اس کے معنی کا معتقد نہ ہو ممکن ہے کہ اس سے وہ جملہ بغیر اکراہ صادر ہوا بلکہ اس کی مرضی سے وہ کلمہ اسکی زبان سے نکلا تو اس

اس کے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ اس دشنام کا معتقد ہے، یا حالت بیداری میں اس کا ارتکاب کرتا ہے الخ، ملا علی قاری نے فرمایا اس لئے کہ ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے، اور یہ حکم اس کے ساتھ سوئے ظن پر مبنی ہے حالانکہ ایسی بات اس کو لازم نہیں اس لئے کہ مست اپنے نشے کی حالت میں کبھی اپنی ماں اور بیٹی اور ان دونوں کے مثل محرم کا قصد کرتا ہے حالانکہ اس سے یہ گمان نہیں کہ وہ ایسا کلام حالت بیداری میں کرے اھ۔

اقول عورت کی طرف میلان طبعی امر ہے اور حلال وحرام کا فرق کرنا عقل کا کام ہے تو جب عقل زائل ہو جاتی ہے جب باقی رہتی ہے جو چوپایوں کی طرح اُس میں اور اِس میں فرق نہیں کرتی اور کلام کا معاملہ ایسا نہیں، اس لئے کہ وہ طبیعت سے ناشی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے عقل مدبر ضروری ہے یا ایسی عادت جس سے بغیر تفکر کے کلام صادر ہو اسی لئے اس شخص کے بارے میں جس پر جنون طاری ہوتا ہے یہ مشاہدہ ہے کہ جنون میں وہ شخص وہی دہراتا ہے جس کا حالتِ صحو (ثبات عقل) میں عادی رہا، اب مسلم اگر پاگل ہو جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ تو جب قسم کھائیگا تو اللہ ہی کی قسم کھائے گا، اور مجنون مشرک اپنے دیوتاؤں کی قسم کھائے گا، اس مثال کے ساتھ وہ باتیں ضم ہیں جن کے بارے میں مشاہدہ ہے کہ پاگل وہی کرتا ہے جس کا حالت افاقہ میں عادی ہوتا ہے اور؟ نے ایک رافضی عورت کو دیکھا جو پاگل ہو گئی تھی تو کھلم کھلا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتی تھی جنون نے اس کی وہ بات ظاہر کردی جو وہ چھپاتی تھی اور ایسی بات کسی ایسے سنی سے نہ سنی گئی جس پر جنون طاری ہوا، والعیاذ باللہ تعالیٰ بلکہ اور کسی مجنون کافر سے بھی نہیں اس لئے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے کا عادی نہ تھا۔ ۱۲ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے قائل پر حکم کفر ہے، اس قول پر بنا کرتے ہوئے [۲۴۸] جو بعض علماء کے نزدیک مذہب مختار ہے کہ ایمان، تصدیق واقرار کا مجموعہ ہے تو زبان پر اس کلمہ کے جاری کرنے کے سبب اقرار، انکار سے بدل گیا، رہی یہ صورت کہ کوئی کلمہ بولا اور یہ نہ جانا کہ وہ کلمہ کفر ہے تو فتاویٰ قاضی خاں میں اس کے بارے میں اختلاف کی حکایت ہے بغیر کسی ترجیح کے [۲۴۹] اس لئے کہ قاضی خاں نے فرمایا: ''کہا گیا وہ شخص کافر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ جہل کیوجہ سے معذور ہے، اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ کافر ہے اور جہل سے معذور نہ ٹھہرے گا (ملا علی قاری نے کہا) اقول: اور قول اول ظاہر تر ہے مگر اس صورت میں جب کہ بات اس قبیل سے ہو جس کا دین سے ہونا عام وخاص کو ضرورۃً معلوم ہے تو وہ شخص اس صورت میں کافر ہوگا اور اس کا جہل عذر نہ ہوگا۔

(نیز فرمایا) اقول ''اور خلاصہ میں ہے: ''کسی نے کہا میں ملحد ہوں'' کافر ہو گیا، اور محیط وحاوی میں ہے (وہ کافر ہو گیا) اس لئے کہ ملحد کافر ہے (اور اس نے اپنے ملحد ہونے کا اقرار کیا) اور اگر یہ کہتا ہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ یہ کلمۂ کفر ہے اس بات سے وہ معذور قرار نہ پائے گا یعنی حکم قضا میں، اور جی میں چھپی باتوں کی

---

[۲۴۸] اقول: قول مختار پر اس قول کی بنا رکھنے کی حاجت نہیں، بلکہ دونوں مذہب پر وہ بات کفر ہے، اس لئے کہ دین کی کسی بات کا انکار خوشی سے زبان پر لانا یقیناً تصدیق کے ساتھ نہیں مل سکتا اگرچہ اقرار شطر (جزء ایمان) نہ ہو بلکہ اگرچہ شرط نہ ہو اور بیشک علماء نے اس کے کافر ہونے کی تصریح فرمائی اور میں نے اس امر کی تحقیق'' اپنے رسالہ " البارقة اللمعا علی طائع نطق بکفر طوعا" میں کی ۱۲۔

[۲۴۹] یعنی صریح ترجیح ذکر کئے بغیر اختلاف کو ذکر کیا ورنہ انہوں نے (قاضی خاں نے) اپنے فتاوئ کے خطبہ میں پہلے ہی فرمایا کہ وہ اظہر واشہر کو مقدم کریں گے اور طحطاوی پھر شامی نے تصریح کی کہ قاضی خاں جس کو پہلے ذکر کریں وہی معتمد ہے۔ ۱۲ امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ کو خبر ہے۔[۲۵۰]

تیسری وجہ:۔حضور ﷺ نے جو فرمایا، یا جو دین وہ لائے اس میں انہیں جھٹلانے کا قصد کرے، یا ان کی نبوت، یا ان کی رسالت، یا ان کے وجود کی نفی کرے، یا ان کے ساتھ کفر کرے اپنے اس بول سے اپنی ملت کے سوا یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کسی دوسرے دین کی طرف منتقل ہو یا نہ ہو یعنی کسی دین کی طرف منتقل نہ ہو، یوں کہ ملحد، زندیق، یا دہری، یا تناسخی بن جائے جن کو عرفاً دین نہیں کہا جاتا اگرچہ لغوی معنی کے لحاظ سے یہ دین ہے تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے جس کو قتل کرنا واجب ہے۔

چوتھی وجہ:۔یہ ہے کہ زبان پر کوئی مجمل بات لائے اور کوئی مشکل لفظ بولے جس کو نبی ﷺ پر اور دوسرے پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس لفظ کی مراد میں مکروہ معنی سے سلامتی، یا اس کے برے معنی[۲۵۱] مراد ہونے میں وہ لفظ متردد

---

[۲۵۰] یہاں تک ملا علی قاری کی عبارت ہے۔۱۲

[۲۵۱] مصنف کا قول ''اوشرہ'' سلامۃ پر معطوف ہے نہ کہ ''مکروہ'' پر جیسا کہ فہم کی طرف متبادر ہوتا ہے اور ''دلجی'' نے اسے یعنی موخر الذکر کو اختیار کیا، تو ملا علی قاری نے ان کی خطا بتائی، اور خفاجی نے ان کی پیروی کی، اور عجب یہ ہے کہ متن کے قول "ممن شرہ" سے پہلے سلامۃ مقدر مانا تو یہ تقدیر حکم کرتی ہے کہ "شرہ" مکروہ پر معطوف ہو مگر یہ کہ لفظ "ملامتہ" بالمیم ہو اور مختصر یہ کہ معنی اس میں متردد ہے کہ مراد اس کے کلام سے حضور ﷺ کا مکروہ سے محفوظ ہونا ہے یا مراد اس کا برا پہلو ہے یعنی اپنے کلام سے اس نے نبی کریم ﷺ سے شر وعیب وملامت کو نفی کرنے کا قصد کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے طور پر اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (سورۃ الجن آیت ۱۰) زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا ان کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے (کنز الایمان) یا سلامتہ اوشرہ میں دونوں ضمیریں کلام کی طرف لوٹتی ہیں یعنی کلام دو وجہوں کا محتمل ہے ان دونوں میں سے ایک میں اس کلام کا مکروہ معنی سے محفوظ ہونے کا پہلو ہے اور دوسری وجہ میں اس کا برا پہلو ہے کہ معنی کو قبیح و ناپاک ٹھہراتا ہے تو کلام مراد میں متردد ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

بارے میں جو اس کے مقصد پر دلالت کرتی ہے سوال ہو چکے، آیا اس نے اس زمانے کے سرا والے مراد لیئے تو معلوم ہے کہ ان میں کوئی نبی مرسل نہیں لہٰذا اس کا معاملہ ہلکا ہوگا ملا علی قاری نے فرمایا اس لئے کہ اس کی بات کو مبالغہ [۲۵۸] پر اور اس اعتقاد [۲۵۹] کے مراد ہونے پر کہ اب کسی کا نبی ہونا محال ہے محمول کرنا ممکن ہے۔ تو مقام تنکیل [۲۶۰] (عذاب) میں اس کی تعزیر ہلکی ہوگی اور اس کلام کو اس پہلو پر رکھنا بھی ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے نبی مرسل کا ہونا ممکن ٹھہراتا ہے جو ہمارے نبی ﷺ کے بعد ظاہر ہو اب اس صورت میں اس کا حکم زیادہ سخت ہوگا اسی لئے ہمارے کچھ علماء نے فرمایا کہ کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو اس سے کوئی کہنے والا کہے کہ معجزہ ظاہر کر تو کہنے والا کافر ہو جائیگا بشرطیکہ کسی نئے نبی کا ہونا ممکن جانتا ہو۔

تلمسانی نے فرمایا یہ جو قاضی نے ذکر کیا [۲۶۱] کہ انبیاء صاحب مال تھے ہم

---

[۲۵۸] میں کہتا ہوں: اللہ اس مبالغہ کا برا کرے جو سب سے بری مشقت تک پہونچا ہم اللہ سے معافی اور عافیت طلب کرتے ہیں۔۱۲

[۲۵۹] یعنی کسی نئے نبی کا ہونا اب محال جانتا ہو یا یہ محال جانتا ہو کہ کسی نبی نے سراؤں کے رکھنے کا عمل کیا ہو تو اس کی یہ بات محال کو محال پر معلق کرنے کے قبیل سے ہے لیکن جیسا کہ تم دیکھتے ہو یہ بات بہت خبیث باتوں میں سے ایک ہے۔۱۲

[۲۶۰] تنکیل کے معنی تعذیب۔۱۲

[۲۶۱] تمہیں معلوم ہو کہ فندق (بزبان عربی) سرائے اور رباط کے معنی میں ہے اور صاحب لفاظ یہ ہیں لیکن اس کے الفاظ کا ظاہری معنی متقدمین ومتاخرین میں سے ہر سرائے والے کو عام ہے۔ اور اگلے انبیاء ومرسلین میں کچھ وہ ہوئے جنہوں نے کسب مال فرمایا۔اھ

علامہ خفاجی نے فرمایا: اور تم جان چکے کہ صاحب فندق (سرائے والا) ایسے شخص سے کنایہ ہے کہ جس کا مال زیادہ ہو۔ اس لئے کہ سرائے کو وہی بناتا ہے اور وہی سرائے کا

کہیں گے اس لفظ سے قائل نے صاحب مال مراد لیا تو ظاہر ہے[۲۶۲] اور اگر سرائے کو رکھانے والا اور اس کا نگہبان مراد لیا تو ایسا کوئی نبی موجود نہیں جس نے یہ کام کیا ہو اس لئے کہ یہ بڑے نقائص میں سے ایک ہے تو (جو قاضی نے فرمایا) اس کا معنی[۲۶۳] ....

مالک ہوتا ہے۔ جو ایسا ہوتا ہے۔ تو یہ محاورہ عربوں کے اس محاورہ کی طرح ہے کہ کہتے ہیں "طویل النجاد" جس کے معنی دراز قامت ہے۔ اھ، آدمی کے لئے اس وقت بولا جاتا ہے، جب قائل اس لفظ سے صاحب مال (مالدار) مراد لیتا ہے، رہی وہ صورت، کہ یہ لفظ بول کر سرائے کا خادم یا اس کا چوکیدار مراد لے، اور یہ وہی شخص ہے جسے ہندی میں "بھٹیارہ" کہتے ہیں۔ انبیاء کے لئے اس وصف سے تحاشی ہے، اب اگر کوئی عموم مراد لے، تو اس لفظ کا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو شامل ہونا ممکن نہ ہوگا اور قائل کا قول اگرچہ نبی ہو فرض محال کے طور پر رہ جائیگا، تو یہ بات سمجھو، اور اس مذکور کلام میں سے کچھ کی طرف ملا علی قاری نے اشارہ فرمایا ہے۔۱۲

[۲۶۲] جو قاضی نے ذکر کیا۔۱۲

[۲۶۳] یہ وہ عبارت ہے جو ملا علی قاری نے تلمسانی سے نقل کی رحمہما اللہ تعالیٰ اقول اور میں اس کلام کو دیکھتا ہوں کہ باہم مربوط و منسلک ہوتا نہیں لگتا، اب ہم اس مقام کی تحقیق اور مقصد کی توجیہ میں وہ لائیں جو ملک (بادشاہ) علام ہمارے لئے کھولے، تمہیں معلوم ہو کہ "لو" وصلیہ اور یوں ہی "ان" وصلیہ ایسے حکم کے عموم کی تاکید کے لئے آتے ہیں جس کے بعد یہ دونوں یعنی "لو" اور "ان" آتے ہیں اور اس وجہ سے کہ ان کے مدخول کی نقیض فرد ہو یا حال مدخول ان او لو سے زیادہ حکم کی سزاوار، ہوتی ہے اور اس میں ایک قسم کی پوشیدگی ہوتی ہے جس کا ثبوت فرد کے لئے یا اس حالت میں بسا اوقات غیر معروف یا مستبعد ہوتا ہے لہٰذا تقدیر نقیض کا ذکر اس کے ظہور کی وجہ سے لپیٹ دیا جاتا ہے (چھوڑ دیا جاتا ہے) اور اس حکم پر (جو لو اور ان کے بعد آتا ہے) نص کی جاتی ہے تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ حکم دونوں تقدیروں پر لازم ہے اب واؤ عطف یوں ٹھہرتا ہے گویا کہ وہ اصل میں کسی

قضیہ شرطیہ غیر مذکورہ پر عطف ہے۔ جیسے کہ اللہ نے فرمایا: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (سورۃ الحشر آیت ۹) اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ انہیں شدید محتاجی ہو (کنز الایمان)

اور ایثار عدم نقصان کی صورت میں وجود نقصان کی حالت میں ایثار کی نسبت ظاہر تر ہے تو خفی کی تصریح کی تا کہ ظاہر پر بدرجۂ اولیٰ دلالت کرے گویا کہ یوں کہا گیا کہ اگر انہیں نقصان نہ ہو تو ایثار فرمائیں اور اگر ان کو نقصان ہو جب بھی ایثار کریں الحاصل ایثار دونوں تقدیروں پر ان کا وصف لازم ہے اور یوں ہی اللہ تعالیٰ کا قول: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْكُنْتُمْ فِىْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ط (سورۃ النساء آیت ۷۸) تم جہاں کہیں ہو موت تمہیں آلے گی اگر چہ مضبوط قلعوں میں ہو (کنز الایمان)

تو موت کا اس کو جالینا جو کسی پناہ گاہ میں نہیں اس شخص کو موت آنے کی بہ نسبت جو مضبوط قلعے میں ہے ظاہر تر ہے تو خفی پہلو پر نص فرمائی اس بات پر دلالت کرنے کے لئے کہ موت آنا دونوں فریق کو لازم ہے پھر تقدیر مذکور کبھی تحقیقی ہوتی ہے جیسے کہ ان دونوں آیت کریمہ میں اس لئے کہ انصار کچھ وہ تھے جو تنگی میں تھے اور لوگوں میں کچھ وہ ہیں جو اونچے محلوں میں ہیں اور کبھی فرضی ہوتی ہے کہ خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا بلکہ وہ ممتنع ہوتی ہے جس کے ہونے کا امکان نہیں، یہ تقدیر تاکید عموم میں زیادہ دخل رکھتی ہے، اس لئے کہ یہ فرضی تقدیروں کو بھی شامل ہے اور مجھے قرآن عظیم سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ سے جو عرض کی اس کے سوا کوئی مثال اس وقت یاد نہیں آتی (ان کی عرض یہ تھی) وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْكُنَّا صٰدِقِيْنَ (سورۃ یوسف آیت ۱۷) اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگر چہ ہم سچے ہوں (کنز الایمان)

تو بھیڑیئے سے متعلق جھوٹی خبر میں ان کا سچا ہونا فی الواقع ممتنع ہے لیکن یہ ان کا مقصود نہیں پھر اگر وہ تقدیر مفروض محض ہو تو قضیہ شرطیہ سے زیادہ کسی چیز کا فائدہ نہ دے گی اور اگر وہ تقدیر حکم حملی کے بعد محقق ہو تو پہلے جیسے ایک قضیہ حملیہ کا فائدہ ہوگا جو حکم میں ایجاباً یا سلباً پہلے حملیہ کی طرح ہوگا اس میں محمول وہی قضیہ اولیٰ کا محمول ہوگا اور تقدیر قضیہ اولیٰ کے